السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا مؤذن لمبی اذان کہہ سکتا ہے؟ (سائل: محمد ندیم عاصم چک ۴-R 58 تحصیل ہارون آباد)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

مناسب مقدار میں تکبیر کے مقابلہ میں لمبی اذان کہنے کی اجازت ہے مگر بے تحاشہ لمبی اذان بھی مناسب نہیں، اس سے اذان کا جواب دینے والے اکتا کر جواب دینا چھوڑ دیتے ہیں اور اذان کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں، جس کی ذمہ داری ایسے متکلف مؤذن پر عائد ہوتی ہے جو بلاوجہ اذان پر پانچ سے دس منٹ تک لگا دیتے ہیں۔ دوسری بات کہ اذان کے کلمات کے حروف بدل جاتے ہیں جس کی وجہ سے الفاظ میں تحریف لفظی واقع ہوجاتی ہے جو کہ بجائے خود ایک خلاف شرح جسارت ہے۔ ہاں مناسب طوالت بلاشبہ جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

((عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ: «يَا بِلَالُ، إِذَا أَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِي أَذَانِكَ، وَإِذَا أَقَمْتَ فَاحْدُرْ)) (جامع الترمذی)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال جب تو اذان پڑھے تو ہر ایک کلمہ الگ الگ کہو اور آہستہ آہستہ کہو اور نماز کے لیے اقامت پڑھے تو جلدی جلدی پڑھو۔''

مگر یہ حدیث ضعیف ہے، رَوَاہ الترمذی وقال لانعرِفُہ اِلا من حدیث عَبدالمُنعم وھواِسناد مجھول اور ایک دوسرا راوی عمرو بن واقد بھی ضعیف ہے۔

قال الدارقطنی ھو متروک وقال ابن عدی یکتب حدیثہ مع ضعف ولہ شاھد من حدیث اَبی ھریرۃ عند اَبی الشیخ ومن حدیث اَبی بن کعب عند عبداللہ بن احمد وکلھا واھیۃ الا انہ یقوبھا المعنی الذی شرح لہ الاذان فاِنہ نداء لغیر الحاضرین فلا بد من تقدیر وقت یتسع للذاھب للصلوۃ ولھذا المعنی مال الحاکم اِلی تصحیح الحدیث۔ (تنقیح الرواۃ شرح المشکوۃ: ج ا ص ۱۱۴)
اس ضعیف حدیث کے دو شاہد بھی ہیں، مگر وہ بھی کمزور ہیں مگر جس مقصد کے لیے اذان کہی جاتی ہے وہ مقصد اس کو قوی بنا دیتا ہے، یعنی چونکہ اذان غیر حاضر نمازیوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے پڑھی جاتی ہے اور اس کے لیے اذان کے کلموں کو الگ الگ اور ٹھہر ٹھہر کر کہنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں میں سنائی دے جبکہ تکبیر (اقامت) مسجد میں موجود نمازیوں کو نماز کی جماعت کھڑی ہونے کے لیے پڑھی جاتی ہے، لہذا اس کو لمبی کرنے کی ضرورت نہیں، تاہم طوالت مناسب ہونی چاہیے ورنہ ریاکاری اور کلمات اذان میں تحریف کا خدشہ ہے۔
ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص317

محدث فتویٰ